

تقلید ناسدید

جہالت و ضلالت کا دوسرا نام تقلید ہے۔ یہ مذموم فعل باغی قوموں کی دماغی اور عملی پستی کا نتیجہ ہے، جس پر جہال و ضلال نازاں ہیں۔ تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد تقلید کا قلع قمع کرنا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو وحی الہی کی پیروی کا حکم دیا ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ (م: ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

فَرَضَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهِ وَسُنَنَ رَسُولِهِ .

”اللہ نے انسانیت پر اپنی وحی اور سنن رسول کی پیروی فرض کی ہے۔“

(الفقیہ والمُتَّفِقُ لِلْخَطِيبِ بِغَدَادِي: ۱/۱۲۵۸، وسندہ حسن)

نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

أَنَّهُ نَهَى النَّاسَ عَنْ تَقْلِيدِهِ وَتَقْلِيدِ غَيْرِهِ .

”انہوں نے اپنی یا اپنے علاوہ کسی دوسرے کی تقلید سے منع فرمایا۔“

(الأحكام في أصول الأحكام لابن حزم: ۶/۱۲۳، وسندہ حسن)

علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فَنَحْنُ نَسْأَلُهُمْ أَنْ يُعْطُونَا فِي الْأَعْصَارِ الثَّلَاثَةِ الْمَحْمُودِيَّةِ

عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَعَصْرِ التَّابِعِينَ وَعَصْرِ تَابِعِي التَّابِعِينَ

رَجُلًا وَاحِدًا قَلَدَ عَالِمًا كَانَ قَبْلَهُ فَأَخَذَ بِقَوْلِهِ كُلِّهِ وَلَمْ

يُخَالِفُهُ فِي شَيْءٍ فَإِنْ وَجَدُوهُ وَلَنْ يَجِدُوهُ وَاللَّهُ أَبَدًا لِأَنَّهُ لَمْ
يَكُنْ قَطُّ فِيهِمْ فَلَهُمْ مُتَعَلِّقٌ عَلَى سَبِيلِ الْمُسَامَحَةِ وَلَمْ
يَجِدُوهُ فَلْيُوقِنُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَحَدُوا بِدْعَةً فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى لَمْ
يَسْبِقْهُمْ إِلَيْهَا أَحَدٌ وَلْيَعْلَمُوا أَنَّ عِصَابَةً مِّنْ أَهْلِ الْعَصْرِ
الرَّابِعِ ابْتَدَعُوا فِي الْإِسْلَامِ هَذِهِ الْبِدْعَةُ الشَّنْعَاءُ إِلَّا مَنْ
عَصَمَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُمْ وَالْبِدْعُ مُحَرَّمَةٌ وَشَرُّ الْأُمُورِ
مُحَدَّثَاتُهَا وَلْيَعْلَمُوا أَنَّ طَلَّابَ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَانَتْ وَالْعَامِلِينَ بِهَا وَالْمُتَفَقِّهِينَ فِي
الْقُرْآنِ الَّذِينَ لَا يُقَلِّدُونَ أَحَدًا هُمْ عَلَى مِنْهَاجِ الصَّحَابَةِ
وَالْتَابِعِينَ وَالْأَعْصَارِ الْمَحْمُودَةِ وَأَنَّ هُمْ أَهْلُ الْحَقِّ فِي كُلِّ
عَصْرٍ وَالْأَكْثَرُونَ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى بِلَا شَكٍّ وَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُمْ .

”ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرون ثلاثہ اولیٰ میں کوئی ایک شخص لائیے، جس
نے اپنے سے پہلے کسی عالم کی تقلید اس طرح کی ہو کہ کسی بات میں اس کی
مخالفت نہ کرتا ہو؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں لاسکیں گے، کیوں کہ یہ ان میں تھی ہی
نہیں، اگر ہم شرائط نرم کر دیں پھر بھی ایسا انسان نہیں ملے گا، تو مان لیجئے کہ آپ
نے ایک بدعت ایجاد کر لی ہے، پہلی تین صدیوں میں اس کا وجود نامسعود نہیں
ملتا، چوتھی صدی کے اہل بدعت نے یہ برائی امت میں عام کی ہے، یاد رکھیے!
کہ طالبان حدیث رسول ﷺ جہاں بھی ہوں کبھی تقلید نہیں کرتے، یہ لوگ

عہد صحابہ و تابعین کے منہج پر ہیں، یہ اہل حق ہر زمانے میں رہے ہیں اور اللہ کے ہاں اکثریت رکھتے ہیں، اگرچہ ان کی تعداد کم کیوں نہ ہو۔“

(الأحكام في أصول الأحكام: ١٤٥/٦، ١٤٦)

یقیناً تقلید مذموم دین الہیہ کے مقابلے میں دین کفر ہے۔ جرم عظیم ہے۔ یہ بیج بدعت یہود و نصاریٰ کی پیروی میں ایجاد کی گئی۔ اس سے اسوہ رسول ﷺ کو ناکمل قرار دینے کی ناکام کوشش ہوتی ہے، مثالیں ملاحظہ ہوں:

مثال ①:

بارش والے دن مؤذن جی علی الصلوٰۃ، جی علی الفلاح کے کلمات نہیں کہے گا، ان کی جگہ، الاصلو فی الرحال یا الاصلو فی رحا لکم یا الصلاۃ فی الرحال کہے گا، جیسا کہ ”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا، جب آپ اشہد ان محمد رسول اللہ کہیں تو جی علی الصلاۃ نہ کہیں، بل کہ صلوٰ فی بیوتکم کہیں، لوگوں کو نئی بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ یہ کام تو جو مجھ سے بہتر تھے، انہوں نے کیا ہے، درست کہ جمعہ واجب ہے، لیکن میں آپ کو مشقت اور حرج میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں، کہ آپ کچھڑ اور پھسلن میں چل کر جائیں۔“

(صحیح البخاری: ۹۰۱، صحیح مسلم: ۶۹۹)

یہ سنت رسول ہے، جس کی ممانعت میں خفی مقلدین پیش پیش ہیں۔ علامہ عبد الحئی لکھنوی (۱۲۶۲-۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

أَلَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ خَارِجَ الْأَذَانِ، وَأَمَّا فِي الْأَذَانِ، فَظَاهِرُ
كَلَامِ أَصْحَابِنَا الْمَنَعُ مِنْهُ، لَكِنْ قَدْ ثَبَتَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ، مِنْهُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ، كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُمَا، وَقَدْ خَلَطَ مَنِ اسْتَنْبَطَ مِنْهُ جَوَازَ الْكَلَامِ فِي الْإِذَاانِ لِأَنَّ هَذِهِ الزِّيَادَةَ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْإِذَاانِ فِي مَحَلِّهَا، فَصَارَتْ كَأَنَّهَا مِنَ الْإِذَاانِ كَزِيَادَةِ الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

”الاصول في الرجال“ کے الفاظ اذان سے خارج ہیں، ہمارے حنفی اصحاب کے مطابق تو اذان میں یہ کلمات ممنوع ہیں، لیکن یہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بخاری، ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ اس سے اذان میں کلام کے جواز کا استنباط کرنے والے خطا پر ہیں، کیوں کہ اذان میں یہ زیادت اپنے مقام میں ثابت ہے، گویا اس کی صورت الصلاۃ خیر من النوم کی زیادت والی ہے۔“

(التعليق الممجد عن موطأ محمد: ۱/۵۵۵)

مثال (۲):

شروع نماز میں رفع الیدین کرتے وقت انگوٹھے کے ساتھ کانوں کی لو کو مس کرنا (چھونا) بدعت ہے، نبی کریم ﷺ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا ثقہ امام سے ثابت نہیں، بل کہ بہت بعد کی ایجاد ہے۔ ویسے تو حنفی مقلدین کو رفع الیدین سے چڑ ہے، وہ رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے قائل نہیں۔ شروع والا رفع الیدین بھی خلاف سنت کرتے ہیں، سو اس سنت سے قطعی محروم ہیں، حنفی

مذہب کی معتبر ترین کتابوں میں لکھا ہے:

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ خِذَاءً أُذُنَيْهِ وَيَمَسُّ طَرَفَ إِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ
وَأَصَابِعُهُ فَوْقَ أُذُنَيْهِ .

”ہاتھ کانوں تک اٹھائے گا، انگوٹھے کانوں کی لو کو چھوئیں گے اور انگلیاں
کانوں کے اوپر تک جائیں گی۔“

(فتاویٰ قاضی خان: ۴۱/۱)

دوسری کتاب میں ہے:

مَا سَأَلَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .
”انگوٹھے کانوں کی لو چھوئیں گے۔“

(الدرا المختار: ۷۴/۱)

عید کی تکبیروں کے بارے میں ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ مَا سَأَلَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .
”ہاتھ اس طور اٹھائے گا کہ انگوٹھے کانوں کی لو کو چھو رہے ہوں۔“

(فتاویٰ شامی: ۶۱۷/۱)

ایک معتبر کتاب میں ہے:

مَا سَأَلَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .
”انگوٹھوں سے کانوں کی لو چھوئے گا۔“

(شرح الوقایة: ۱۴۳/۱)

مزید ملاحظہ فرمائیں:

وَذَكَرَ صَاحِبُ هِدَايَةِ أَيْضًا فِي مُخْتَارَاتِ النَّوَازِلِ الْمَسِّ،
وَقَالَ الْقُهْصَتَانِيُّ فِي جَامِعِ الرُّمُوزِ: ذَكَرَ فِي النَّظْمِ أَنَّ مُحَاذَاةَ
الْإِبْهَامِ الشَّحْمَةَ مَسْنُونَةٌ، وَفِي ظَاهِرِ الْأُصُولِ مُحَاذَاةُ إِلَيْهِ
الْأُذُنُ وَيُكْرَهُ التَّجَاوُزُ عَنْهَا وَالْمَسُّ لَمْ يُذَكَرْ فِي الْمُتَدَاوِلَاتِ
إِلَّا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانَ وَالظَّهِيرِيَّةِ وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ لِتَحْقِيقِ
الْمُحَاذَاتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ.

”صاحب ہدایہ نے بھی ”مختارات النوازل“ میں ذکر کیا ہے کہ انگوٹھے کا نوں
کی لو کو چھوئیں، کوہستانی نے ”جامع الرموز“ میں ”نظم“ کے حوالے سے ذکر کیا
ہے کہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر کرنا مسنون ہے، ”ظاہر الاصول“ میں لکھا
ہے کہ کانوں کے برابر ہونے چاہیے، کانوں کی لو سے تجاوز کرنا مکروہ ہے،
سوائے فتاویٰ قاضی خان اور ظہیریہ کے کسی متداول کتاب میں کانوں کی لو کو
چھونے کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہنا کہ کانوں کی لو کو چھونے سے انگوٹھوں کا کانوں
سے برابر ہونا ثابت ہو جاتا ہے، فضول بات ہے۔“

(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية از عبد الحي اللكنوي الحنفی: ۱۵۲/۲)

اس تقلیدی عمل کی حقیقت علامہ عبدالحی، حنفی، لکھنوی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ) یوں بیان
کرتے ہیں:

وَهُوَ لَيْسَ بِسُنَّةٍ مُسْتَقْلَةٍ فَإِنَّهُ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ فِي رَوَايَةٍ.
”یہ مستقل سنت نہیں ہے، کیوں کہ حدیث میں اس پر دلیل نہیں۔“

(عمدة الرعاية: ۱۴۳/۱)

جناب عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارے فقہاء نے جو لکھا کہ انگوٹھے کو کانوں سے مل جانا چاہئے، چنانچہ ہم بھی اوپر لکھ چکے ہیں، وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کانوں کے برابر اٹھنا یقین ہو جائے، سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے، نہ اس کو سنت سمجھنا چاہئے، اس لئے کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا، واللہ اعلم!“

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص: ۲۱۴-۲۱۵)

مطلب یہ کہ رفع الیدین میں بدعت داخل کر دی گئی ہے، رفع الیدین کے لئے نیا دین تراشنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ سیدنا وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنِهِ.

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوٹھے کانوں کی لوتک اٹھاتے دیکھا۔“

(سنن أبي داود: ۷۲۴، ۷۳۷، سنن النسائي: ۸۸۳)

تبصرہ:

اس حدیث کی سند ”ضعیف“ ہے، عبد الجبار بن وائل کا اپنے باپ سیدنا وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے سماع و لقاء نہیں، حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَمْ يُدْرِكْهُ بِاتِّفَاقِهِمْ.

”محدثین کا اتفاق ہے کہ عبد الجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔“

(خلاصة الأحكام: ۱/۴۲۲)

جب شحمۃ اذنیہ ”کانوں کی لو“ والی روایت ہی ”منقطع“ ہے، تو اس پر قائم ہونے والا

عمل کیسے متصل ہو سکتا ہے؟ لہذا کانوں کی لو کے برابر اٹھانے اور لو کو چھونے کا مسئلہ ختم ہوا۔
 براہِ تقلید کا، وہ ہر وقت برائی جنم دیتی رہتی ہے۔ یہ وہ نیا دین ہے، جو مقلدین نے اللہ کے
 سچے دین کے مقابلے میں کھڑا کیا ہے۔ ان کی نفس پرستی، کثرتِ جہالت اور قلتِ علم کا یہ
 عالم ہے کہ اس بدعت کو ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں، ضد کی وجہ سے باطل پر ڈٹے
 ہوئے ہیں۔ کوئی ہے، جو اس مذہب میں اس بے ثبوت عمل کو ترک کر دے؟

علامہ ابن ابی العزحفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَبَيَّنَ لَهُ مِنَ الْعِلْمِ مَا كَانَ خَافِيًا عَلَيْهِ فَاتَّبَعَهُ فَقَدْ أَصَابَ
 وَاهْتَدَى، زَادَهُ اللَّهُ هُدًى.

”جس پر علم کا کوئی مخفی گوشہ ظاہر ہوا اور اس نے اسے اپنا لیا وہ راہِ ہدایت پہ
 ہے، اللہ اسے مزید ہدایت عطا کرے۔“

(التنبیہ علی مشکلات الهدایة: ۵۴۳/۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فَحَازَى بِإِبْهَامَيْهِ
 أُذُنَيْهِ.

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے کانوں تک
 اٹھائے۔“

(سنن الدارقطني، ۳۴۵/۱، المستدرک علی الصحیحین: ۲۶۶/۱، السنن الکبریٰ

للبيهقي: ۹۹/۲)

سند ”ضعیف“ ہے، کیوں کہ

- ① العلّاء بن اسماعیل عطار ”مجہول“ ہے، اسے حافظ ابن حجر (التلخیص ۲۷۱/۱) نے ”مجہول“ کہا ہے، امام حاکم کا اس کی سند کو ”صحیح“ کہنا درست نہیں۔
- ② اس میں حفص بن غیاث کی تدلیس ہے۔
- ③ امام ابو حاتم نے اسے ”منکر“ کہا ہے۔ (العلل: ۱/۱۸۸)
- حدیث براء بن عازب بھی ”ضعیف“ ہے، اس میں یزید بن ابی زیاد جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ و ”مدلس“ ہے۔

فائدہ:

بہت ساری احادیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو حمید ساعدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

وما رواه يحمل على حالة العذر.

”کندھوں کے برابر جتنی روایات ہیں، سب حالت عذر پر محمول ہے۔“

(الهداية :)

اس تاویل کے رد و تعاقب میں علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

لا حاجة إلى هذه التكلفات .

”ان احادیث کے جواب میں ایسے تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں۔“

(البنایة شرح الهداية : ۱۷۲/۲)

شارح ہدایہ، ابن ہمام حنفی (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

لِكِنَّ الْحَقَّ أَنَّ لَا مُعَارَضَةَ كَمَا أَسْمَعُكَ فَلَا حَاجَةَ إِلَى هَذَا

الْحَمْلُ لِيَدْفَعَ التَّعَارُضَ .

”حق یہ ہے کہ ان احادیث سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ میں نے بیان کر دیا ہے، لہذا تعارض دور کرنے کے لیے ایسی تاویلیں کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔“

(فتح القدیر: ۲۸۲/۱)

مثال نمبر ۳:

علی مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وَفِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ .

”اذان میں صرف تعارف کا اعتبار ہے۔ (بھلے وہ کسی زبان میں ہو)“

(الهداية: ۱/۱۵۰)

مطلب یہ کہ اذان کے معروف الفاظ جو صحیح حدیث میں منقول و ماثور ہیں، ان سے ہٹ کر کسی بھی زبان میں نماز کی طرف بلائے۔ لوگ یہ سمجھیں کہ نماز کی طرف بلایا جا رہا ہے، تو یہ درست ہوگا، جب کہ یہ انتہائی باطل ہے۔ اسے انہدام دین کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، یہ تقلید ناسدید کی برکت ہے کہ دین کا حلیہ بگاڑا جا رہا ہے، امت میں موروثی عمل اور تعامل کو ختم کیا جا رہا ہے، ان سے کوئی پوچھے کہ فارسی میں اذان کا جواب کیسے دیا جائے گا۔؟

ان کی جرأت ملاحظہ ہو کہ ترجیع والی اذان کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں، اس سنت کو مٹانے کے لئے کتنی رکیک اور گھٹیا باتیں کرتے ہیں، صاحب ہدایہ نے واضح کیا ہے:

وَلَا تَرْجِیحَ فِيهِ، وَهُوَ أَنْ يَرْجِعَ فَيَرْفَعَ صَوْتَهُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَ

مَا حَفَضَ بِهِمَا .

”اذان میں ترجیع نہیں ہے، ترجیع، شہادتین کو ایک دفعہ قدرے پست آواز کے ساتھ ادا کر کے پھر بلند آواز سے ادا کرنے کو کہتے ہیں۔“

(الہدایۃ: ۸۵/۱)

سیدنا ابو محذور رضی اللہ عنہ کو سکھائی گئی اذان جو صحیح مسلم (۳۹۷) وغیرہ میں ثابت ہے، کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں:

وَكَانَ مَا رَوَاهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهُ تَرْجِيْعًا .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو محذور رضی اللہ عنہ کو تعلیم کی غرض سے الفاظ دہرائے تھے، مگر انہوں نے ترجیع سمجھ لی۔“

(الہدایۃ: ۸۵/۱)

حدیث ابو محذور رضی اللہ عنہ کے بارے میں شارح مسلم حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۱-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ بَيِّنَةٌ وَدَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ التَّرْجِيْعَ فِي الْإِذَانِ ثَابِتٌ مَشْرُوعٌ .

”اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور جمہور علما کے مذہب پر بین اور واضح دلیل موجود ہے کہ دوہری اذان ثابت اور مشروع ہے۔“

(شرح صحیح مسلم: ۸۱/۴)

علامہ سندھی حنفی (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ : (ثُمَّ قَالَ لِي ارْجِعْ فَمَدَّ صَوْتَكَ) هَذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ بِالْتَّرْجِيعِ فَسَقَطَ مَا تَوَهُّمَ أَنَّهُ كَرَّرَهُ لَهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهُ تَرْجِيعًا فِي أَذَانٍ بَلَّالٍ يَعْرِفُهُ مَنْ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِهَذَا الْعِلْمِ بَلَا رَيْبٍ فَالْوَجْهُ الْقَوْلُ بِجَوَازِ الْوَجْهَيْنِ .
 ”سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا کہنا: ’پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفاظ دہرائیے اور آواز کچھ بلند کیجئے۔‘ صراحت کر رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترجیع کا حکم دیا تھا۔ علم حدیث کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ائمہ احناف کا یہ خیال کہ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کے لئے سکھائے گئے الفاظ کو ترجیع سمجھ لیا تھا، درست نہیں۔ رائج قول کے مطابق دونوں صورتیں جائز ہیں۔“

(حاشیۃ السندھی علی سنن ابن ماجہ: ۲۴۲/۱)

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَذَانَ بِمَكَّةَ كَانَ بِالْتَّرْجِيعِ حَتَّى تَسْلُسَلَ إِلَى زَمَانِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، فَاخْتَارَهُ لِهَذَا، فَلَا يُمَكِّنُ إِنكَارَهُ، وَلَا يُسْتَحْسَنُ تَأْوِيلُهُ، كَيْفَ، وَقَدْ كَانَ يُنَادِي بِهِ عَلَى رُؤُوسِ الْمَنَائِرِ وَالْمَنَابِرِ، فَلَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ التَّحْقِيقِ إِلَّا فِي الْأَفْضَلِيَّةِ .

”اس میں شک نہیں کہ مکہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دور تک اذان ترجیع کے ساتھ ہی جاری رہی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی ترجیع والی اذان اسی لیے اختیار کی۔ اس کا انکار ممکن ہے، نہ اس کی تاویل درست ہے کہ اذان تو منبر و مینار پر دی جاتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ترجیع والی اذان میں صرف افضلیت و عدم افضلیت کا اختلاف ہے۔“

(فیض الباری شرح صحیح البخاری: ۲/۲۰۴)

صاحب ہدایہ ترجیع کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ اکہری اذان آسمان سے فرشتہ لے کر نازل ہوا تھا، ہم جواب میں کہتے ہیں کہ دوہری اذان بھی نبی کریم ﷺ کی سکھائی ہوئی ہے، جو آپ کی وفات کے بعد سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ دوسری بات یہ فرشتہ کی سکھائی ہوئی اذان کے کلمات عربی میں تھے یا فارسی وغیرہ میں؟ وہ تو یقیناً عربی میں تھے، و فی الاذان یعتبر التعارف کا کیا معنی ہوا؟ دراصل انصاف اور تقویٰ کو ان لوگوں سے شکایت ہے کہ یہ ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ جناب امام ابو حنیفہ تو کہتے ہیں کہ فارسی میں اذان کہنا درست ہے، وہ فرشتہ کی سکھائی ہوئی اذان کو ختم کرنے کے کیوں درپے ہوئے؟ نقل کفر، کفر نہ باشد، وہ تو قرآن اور نماز ہی فارسی میں جائز سمجھتے تھے، صاحب ہدایہ کے رد میں علامہ ابن ابی العزحنی رحمہ اللہ (۷۳۱-۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

فِي اعْتِبَارِ التَّعَارُفِ فِي الْاَذَانِ نَظَرٌ؛ فَإِنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ
اَنْكَرُوا التَّرْجِيعَ فِي الْاَذَانِ مُرَاعَاةً لِاتِّبَاعِ الْمَنْقُولِ وَاَنْكَرُوا
عَلَى الشَّيْعَةِ قَوْلَهُمْ حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ وَإِنْ كَانَتْ بِمَعْنَى
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَكَيْفَ إِذَا عُذِلَ إِلَى لُغَةٍ أُخْرَى غَيْرَ اللَّتِي

وَرَدَ بِهَا النَّقْلُ .

”اذان میں تعارف کو معتبر قرار دینا محل نظر ہے، اصحاب حنفیہ نے (بزعم خود) تو دوہری اذان صرف اس لئے قبول نہیں کی کہ یہ معمول بہ اذان کے خلاف تھی، پھر شیعہ سے شکوہ ہے کہ انہوں نے حی علی خیر العمل کے الفاظ گھڑ لئے ہیں حالانکہ وہ الفاظ حی علی الصلاة کے ہم معنی ہی ہیں، تو ایک دوسری زبان میں اذان کیوں کر جائز ہوئی۔“

(التنبیہ علی مشکلات الهدایة: ۵۳۱/۲)

علامہ ابن عابدین حنفی لکھتے ہیں:

إِنَّهُ لَا يَصِحُّ بِالْفَارِسِيَّةِ وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ أَذَانٌ فِي الْأَصَحِّ .
”درست بات یہ ہے کہ فارسی میں اذان کہنا درست نہیں، اگرچہ معلوم ہو جائے کہ یہ الفاظ بطور اذان کہے جارہے ہیں۔“

(فتاویٰ شامی: ۲۹۲/۱)

جناب عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”اذان اور اقامت عربی زبان میں خاص نہیں الفاظ سے ہو جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح ہوگی، اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔“ (علم الفقہ: ۱۵۴/۲)

علامہ ابن عابدین حنفی اور جناب عبدالشکور لکھنوی صاحب نے بالکل درست اور حق بات کہی ہے، اگرچہ ان کے امام کے مذہب کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کی پیروی علی منہج السلف الصالحین کی توفیق عطا فرمائے۔